انوارِ حرمین

جناب خلیل حامدی صاحب

سعودی عرب کی سپریم جوڈیشل کونسل کی طرف سے آج یہ اعلان کر دیا گیا کہ آنے والے منگل کو (یعنی ۴ ستمبر ۱۹۸۴ء) وقوف عرفہ ہوگا۔ چونکہ ایامِ حج قریب آگئے ہیں اس لیے حاجیوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ حرم شریف میں داخل ہوں تو عجیب پُرکیف مناظر کی جھلک ملتی ہے ...... بیت اللہ کے گرد طواف کرنے والوں کا غیر معمولی ہجوم ہے۔ عُشاق بےتابانہ محوِ گردش ہیں۔ دُعاؤں اور نالوں سے صحنِ حرم گونج رہا ہے۔ آنسوؤں نے غلافِ کعبہ کو تر کر رکھا ہے۔ میزابِ رحمت کے نیچے نفل گزارنے کے لیے ہر کوئی مضطرب ہے، مگر باری بمشکل نصیب ہوتی ہے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے دلوں کی بے قراری اور روح کی سیماب وشی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ لاکھ اژدھام ہو، خواہ کتنے ہی کندھے چھلیں اور ہجوم کا دباؤ کتنا ہی جان لیوا ہو اہلِ عزم ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ مقامِ ابراہیم پر دوگانہ ادا کرنا ناممکن ہو رہا ہے کیوں کہ اب یہاں تک طواف کرنے والے پھیل چکے ہیں۔ چنانچہ حرم میں جہاں بھی دوگانۂ طواف ادا کر لیا جائے درست ہے۔ اس کے لیے کسی مخصوص مقام کی شرط نہیں ہے۔ اُدھر مسعیٰ پر نظر دوڑائیں تو از صفا تا مروہ دونوں سمتیں آنے اور جانے والوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہیں۔ اب سعی کے سات شوط پورے کرنے کے لیے کافی وقت چاہیے۔ یہاں بھی مردوں اور عورتوں کی دلگداز دُعاؤں اور تکبیر و تہلیل و ثنا سے لبریز صداؤں سے فضا میں ارتعاش ہے۔ حرمِ مکّی کے گوشے گوشے سے بندگانِ خدا و غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدوں اور صداؤں اور اشکوں

اور آہوں کا سیلاب اُمڈ رہا ہے۔

یہ افریقہ کے تنزانیوں کی جماعت جا رہی ہے۔ مرد و زن سب سیاہ فام، سادگی و بدویت ہر گام سے عیاں۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ ہاؤ ہو کرتی ہوئی بیت اللہ کی طرف بڑھ رہی ہے افریقہ کے دُور دراز حصّوں سے سفر کرتی ہوئی آج مرکزِ شوق تک پہنچ چکی ہے۔ اُدھر سینکڑوں افراد پر مشتمل ترکوں کی ٹولی باب الملک عبدالعزیز سے حرمِ خداوندی میں قدم رکھ رہی ہے۔ سُرخ و سپید رنگ ہیں، بوڑھے بھی ہیں اور جوان بھی۔ مردوں کا احرام بھی اور عورتوں کا لباس بھی سفید ہے۔ آگے آگے ایک ترک عالم مناسک کے بارے میں رہنمائی کر رہے ہیں چہروں سے جذب و شوق کی لہریں بے محابا اُمڈ رہی ہیں۔ آج اُن کے ہر فرد کی زندگی کی آرزو پوری ہو رہی ہے۔ دھیمے انداز میں کشاں کشاں کعبے کے اُس کونے کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں سے طواف کا آغاز ہوگا۔ برآمدے میں انڈونیشی حاجی بیٹھے ذکر و تلاوت میں مصروف ہیں۔ مرنجان مرنج طبیعت اُن کا امتیازی وصف ہے۔ مصر و شام سے بھی بکثرت لوگ پہنچ چکے ہیں۔ حرم کے جس حصے میں بھی جائیں یہ نماز پڑھتے، تلاوتِ قرآن کرتے اور تسبیح و تکبیر کرتے ملیں گے۔ اب لیجیے پاکستان کے حاجی حضرات کو یعنی حرمِ خداوندی کے آداب و ضوابط سے ناآشنا قوم۔ یہ حرم کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ جوانوں کا تناسب زیادہ ہے۔ طواف میں بھی ان کی اکثریت ہے۔ ضمنی عُمروں میں بھی یہ بھرپور حصّہ لیتے ہیں۔ حرم کے درسوں سے بھی استفادے میں پیچھے نہیں ہیں، البتہ سیاسی گروہی اختلاف، اُصولوں کو چھوڑ کر فروع پر اصرار کا جذبہ اور افواہوں کی اشاعت کا ذوق ان میں عام ہے۔ امریکہ اور یورپ کے نومسلم حاجی بھی مادّیت سے بیزار کیفیتوں کے ساتھ روحانی تسکین کی تلاش میں پہنچ چکے ہیں۔ گو نظم و نسق اور معیارِ زندگی کے وہ کرشمے جن میں وہ رہ رہے تھے، یہاں انھیں نصیب نہیں ہیں، مگر پھر بھی وہ خوش ہیں۔ کعبۃ اللہ کے انوار و فیوض، بادشاہِ ارض و سما کے دربار کا شکوہ و جلال اور انسانی سجدوں کی وحدت دیکھ کر وہ اس قدر سرمست و وارفتہ ہو چکے ہیں کہ انھیں اور کسی بات کا ہوش نہیں ہے۔ شاید اب دُنیا کا ایسا کوئی خطہ نہیں رہا ہے یہاں سے پروانے ابراہیم علیہ السّلام کی جلائی ہوئی شمع پر آکر ٹوٹے ٹوٹ کر نہ گر رہے ہوں۔ یہ سب کیوں اِس اضطراب و پشیمانی کے عالم میں جمع ہیں۔ کیوں ایک چوکور عمارت کے

گرد محوِ گردش ہیں، کیوں اُس کے دروازے ملتزم کو چمٹے ہوئے ہیں۔ کیوں اُس کے غلاف کو تھام کر آہ و بکا کر رہے ہیں۔ کیوں کبھی سجدے میں جا کر اور کبھی ہاتھ اُٹھا کر دل کی بے تابی کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ کیوں مقامِ ابراہیم پر جمع ہیں۔ کیوں میزابِ رحمت کے نیچے جمگھٹا کیے ہوئے ہیں، کیوں حجرِ اسود پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں ـــــ پورا حرم کیوں نالہ و شیون سے گونج رہا ہے۔ اور پھر جماعت کھڑی ہو جانے پر کیوں پوری فضا پر پردۂ سکوت طاری ہو جاتا ہے اور طواف و سعی بند ہو جاتی ہے؟ ـــــ ان سب سوالات کا ایک ہی جواب ہے۔ یہ سب اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں کی مغفرت اور آخرت کی نجات کے لیے آئے ہیں۔ اپنی عبدیت و بندگی اور فرمان برداری و اطاعت شعاری کے اظہار کے لیے آئے ہیں۔ انہیں احساس ہے کہ وہ گناہوں اور خطاؤں سے لبریز ہیں اور اس گھر کا مالک معاف کر دینے والا مہربان آقا ہے۔ پس جو یہاں اخلاص و صدق کے ساتھ آیا اور سچے دل کے ساتھ اُس نے گناہوں کی معافی مانگ لی اور ان شرائط و اوصاف کی پابندی کی جو یہاں کی حاضری کے لیے مقرر کر دی گئی ہیں تو یقیناً اُن کا آقا انہیں معاف کر دے گا، بلکہ اپنی جناب سے مزید رحمت سے انہیں نوازے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ اُس نے کوئی زبان یا عمل سے ممنوع کام نہیں کیا اور نہ لڑائی جھگڑا کیا تو یوں واپس لوٹے گا جیسے اُس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔

جیسا کہ پچھلے خط میں عرض کیا تھا کہ اس سال ہم التوعیۃ الاسلامیہ کے ارکان حرم شریف کے اندر درس دینے کے بجائے مکہ معظمہ کے مختلف محلوں اور معلموں کے پاس جا کر حجاج کی قیام گاہوں اور مسجدوں کے اندر خطاب کرتے ہیں اور مناسکِ حج بیان کرتے ہیں اور لوگوں کے استفسارات کا جواب دیتے ہیں۔ اس نئے پروگرام کا فائدہ یہ ہو رہا ہے کہ ہمیں حجاج کرام کی اصل کیفیت اور ان کے عام مسائل سے بھی آگاہی ہو رہی ہے۔ رات ہم مکی مرزوقی معلم کے ہاں گئے۔ وہاں پاکستانی حاجیوں نے اس کی شکایت شروع کر دی۔ بتایا کہ یہ صاحب اس قدر کج خلق ہیں کہ بعض پاکستانی حاجیوں کو انہوں نے تھپڑ تک مارے ہیں۔ دراصل پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے لوگ خواہ وہ حاجی یا ملازم یہاں ایک لاوارث قوم سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے لیے

عرب بھائیوں نے ایک لقب تجویز کر رکھا ہے: "رفیق"۔ اس لقب کے ذریعے وہ اہانت آمیز لہجے میں اس قوم کے افراد کو پکارتے ہیں اور پھر اپنی زبان میں گالم گلوچ بھی کر لیتے ہیں۔ دکاندار ہو، یا ٹیکسی ڈرائیور، پولیس کا آدمی ہو یا سکول کا طالب علم جونہی اُس کا سابقہ پاکستانی سے پیش آئے گا اُس کی توہین و تحقیر سے اپنے دل کی تسکین کرے گا۔ سب لوگ ایسے نہیں ہیں، کچھ اچھے اور با اخلاق عرب بھی ہیں، علی الخصوص یہاں کے دینی حلقے۔

حجاج کو چند سالوں سے ایک عجیب و غریب تکلیف پیش آ رہی ہے اور ابھی تک اس کا مؤثر علاج نہیں کیا گیا۔ وہ تکلیف یہ ہے کہ جب سے معلّمین کا انتخاب حاجیوں کے بجائے سعودی حکومت کے مقرر کردہ ادارے پر چھوڑ دیا گیا ہے ایسے بے شمار واقعات پیش آ رہے ہیں کہ میاں اور بیوی بچھڑ جاتے ہیں، ماں اور بیٹا بچھڑ جاتے ہیں۔ الغرض ایک گروپ کے وہ افراد جنہیں حج میں باہم رہنا چاہیے انہیں اِدھر اُدھر بانٹ دیا جاتا ہے اور اب رہائش کے مسئلے میں بھی اتحاد کے بجائے افتراق کے کئی واقعات پیش آئے ہیں۔ تادمِ تحریر پاکستان ہاؤس مکہ میں چھ سات ایسی خواتین بیٹھی ہوئی ہیں جو اپنی ساتھیوں سے بچھڑ چکی ہیں اور وہ شب و روز رو رو کر اپنے آپ کو ہلکان کر رہی ہیں۔ ان کی عبادت کے دن اس پریشانی میں گزر رہے ہیں۔ ایک عورت اپنے بچے سے بچھڑ جانے کی وجہ سے پاگل ہو چکی ہے۔ پاکستان ہاؤس والے اِس سلسلے میں اپنی حد تک بڑی محنت اور تگ و دو کر رہے ہیں، لیکن بعض مسائل میں وہ بھی بے بس ہو جاتے ہیں۔ چند سال پیشتر کی بات ہے کہ معلّم کا انتخاب خود حاجی اپنے ملک سے روانہ ہونے سے پہلے کر لیتے تھے۔ اس انتخاب میں ان کی اپنی مرضی اور تجربے کو دخل ہوتا تھا۔ اس کا فائدہ یہ تھا کہ ایک تو گروپ بچھڑتا نہیں تھا، اور دوسرا معلّم بھی کچھ نیازمند رہتا تھا تاکہ اس کی شہرت پر حرف نہ آئے۔ اب معلّم کسی حاجی کا نیازمند نہیں ہے اس لیے اُسے حجاج کی خدمت اور حجاج سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں، اگر طبعاً کوئی معلّم شریف اور شفیق ہے تو یہ الگ بات ہے؛ ورنہ اور کوئی ایسا خارجی دباؤ نہیں ہے جس سے وہ حُسنِ سلوک کو اپنا فرض سمجھے۔ وزارتِ حج معلّم کا محاسبہ کر سکتی ہے، مگر وہاں تک شکایت کون پہنچا سکے۔

رات ہمارا پروگرام اجیاد کے اندر تھا۔ ہم لوگ دو تین گروپوں میں بٹ گئے۔ خاکسار کے حصے میں معلم سمیر عبدالرحمان سقاط آیا۔ اِس معلم کا ٹھکانہ اجیاد پہاڑی کے اوپر ہے۔ اس کے پاس افغانستان کے حجاج ٹھیرے ہوتے ہیں۔ اجیاد کا یہی وہ علاقہ ہے جس کے بارے میں سیرت کی کتابوں کی روایت کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میں بچپن میں چند قراریط کے عوض اجیاد میں بکریاں چرایا کرتا تھا"۔ انہی پہاڑیوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چرایا کرتے تھے جن پر اب ہم چڑھ کر افغان حاجیوں کا اجتماع منعقد کر رہے ہیں۔

ہمارے گروپ میں ایک افغانی طالب علم ہیں جن کا نام سید رحیم ہے۔ وہ ہمارے پشتو اور فارسی زبان کے ترجمان ہیں۔ افغانستان کے اندر سے جو لوگ حج کرنے کے لیے آئے ہیں ان کی تعداد چار ہزار ہے۔ کچھ افغان وہ ہیں جو پاکستان اور عرب ممالک سے آئے ہیں۔ افغانی حاجیوں کی مجموعی تعداد سات ہزار ہے۔ افغانستان کے اندر سے آنے والے بیشتر حاجی معلم سمیر عبدالرحمٰن سقاط کے پاس ٹھہرے ہوتے ہیں۔ ان افغانی حاجیوں سے بعض لوگوں کے ساتھ تنہائی میں بات چیت کرنے سے افغانستان کے عجیب و غریب حالات معلوم ہوئے۔ ایک نوجوان نے بڑی رازداری کے ساتھ بتایا کہ افغان حکومت نے ہمیں حج کی اجازت دیتے وقت ہمارے بچوں کو یرغمال کے طور پر رکھ لیا ہے۔ جب تک ہم واپس افغانستان نہیں جاتے ہمارے بچے روزانہ پولیس تھانے میں حاضری دیتے رہیں گے۔ کابل شہر کے حاجیوں نے بتایا کہ وہاں ہر رات دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ لوگ عصر کے بعد ہی گھروں میں چلے جاتے ہیں۔ کابل کی راتیں مجاہدین کی سرگرمیوں کے دباؤ میں گزرتی ہیں۔ تمام حجاج نے افغانستان کی اقتصادی بدحالی اور اشیائے خوراک کی قلت اور گرانی کا رونا رویا۔ عام حالات میں سات کلو چاول تین سو افغانی کے لگ بھگ ملتے ہیں لیکن جب مجاہدین شاہراہیں بند کر دیتے ہیں اور سپلائی رُک جاتی ہے تو یہی سات کلو چاول سات سو افغانی میں بمشکل دستیاب ہوتے ہیں۔ سات کلو ایندھن کی لکڑی ۸۰ اور ۱۰۰ افغانی کے درمیان ملتی ہے۔ فصلیں اور باغات رُوسی ہیلی کاپٹروں کی بمباری سے جلتے رہتے ہیں۔ افغانستان کا ہر صوبہ

زبوں حالی اور بدامنی کا شکار ہو چکا ہے۔

خاکسار نے افغانستان کے حاجیوں کے اندر مختصر خطاب کیا۔ حاضری خاصی تھی۔ سب لوگ پہاڑی پر اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے تھے۔ دین کے مبادیات اور مناسکِ حج بیان کرنے کے بعد خاکسار نے مسلمانوں کے عروج و زوال کی کہانی بیان کی اور پھر ان اسباب کی نشان دہی کی جو ہمیشہ مسلمانوں کے تنزل کی تہہ میں کار فرما رہے ہیں۔ آخر میں جہاد اور اس کے فوائد بیان کیے۔ خاکسار اپنی تقریر ختم کرنے والا تھا کہ متعدد حاجیوں نے بآوازِ بلند کہا کہ افغانستان میں اسلام کی کامیابی کے لیے دُعا کی جائے چنانچہ افغانستان کی آزادی، مجاہدین کی کامیابی اور اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے دعائیں کی گئیں۔ حاضرین اشک بار تھے اور پہاڑی آمین کی دلگداز صداؤں سے گونج رہی تھی۔

ہمارے ایرانی بھائی کافی تعداد میں آئے ہوئے ہیں۔ سرکاری اعلان کے مطابق ان کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہے۔ وہ تقریباً تمام عزیزیہ محلہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہمارا دفتر اور رہائش گاہ بھی اسی محلے میں ہے۔ یہ حضرات سارا دن دکانوں پر گزارتے ہیں۔ ان کی خریداری بالعموم تین چار چیزوں تک محدود ہے۔ ٹیلی وژن، ریڈیو، جوس نکالنے والی مشینیں اور کپڑا۔ ہمارے دفتر کے قریب جو مسجد ہے اُس میں ظہر کے وقت یہ حضرات بھی آکر نماز پڑھتے ہیں۔ ایک روز خاکسار نے ایک ایرانی بزرگ سے ایران کے اندرونی حالات دریافت کیے تو اُس نے یہ مختصر سا جواب دیا: "مردم پائیں بالا شدند" (نچلے لوگ اُوپر آگئے)۔ ایرانی حجاج کی تنظیم نوجوان گروہ کے ہاتھ میں ہے جن کا تعلق پاسدارانِ انقلاب سے ہے انہوں نے اپنے ملک کے حجاج کا نظم و نسق بہت اچھا کر رکھا ہے۔ سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ انہوں نے مکہ معظمہ کی مختصر سڑکوں پر جگہ جگہ "امداد گمشدگان" کا بورڈ لگا رکھا ہے۔ جو ایرانی حاجی گم ہو جاتا ہے وہ اُس بورڈ کے پاس پہنچ جاتا ہے جہاں اُسے رہنمائی کرنے والے کارکن مل جاتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں پاکستانی حاجیوں کا جو حال ہو رہا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ کئی کئی روز تک مرد اور عورتیں گم رہتے ہیں اور اس حالت میں وہ نڈھال ہو جاتے ہیں، مگر کوئی پتہ بتانے والا یا ساتھیوں سے ملانے والا نہیں ملتا۔

کیا بتائیں، ان واقعات کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ کیا پاکستانی حجاج کے منتظمین "امداد گم شدگان" کے جگہ جگہ مراکز نہیں قائم کر سکتے؟ کیا پاکستان کی وزارتِ حج کی طرف سے چند جیپیں اس غرض کے لیے مخصوص نہیں کی جا سکتیں کہ وہ مختلف علاقوں میں گمشدگان کی امداد کا اعلان کرتی پھریں؟

التوعیة الاسلامیة نے پچھلے سالوں کی طرح اس سال بھی اپنا بھرپور تبلیغی نظام جاری کر رکھا ہے۔ اس وقت ۲۹۳ مبلّغین مختلف زبانوں میں مختلف مقامات پر دعوت و ارشاد کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے ۲۱۳ داعی سعودی عرب کے ہیں اور ۸۰ داعی ۴۴ دیگر ممالک سے آئے ہیں۔ ان مبلّغین کے ساتھ ۷۰ ترجمان کام کر رہے ہیں۔ یہ ترجمان سعودی جامعات کے طلبا ہیں۔ بایں ہمہ عام لوگ احکام حج سے ناواقفیت کی بنا پر ایسے ایسے کام کر ڈالتے ہیں جو حج کی روح کے بھی خلاف اور حج کے احکام و مناسک کی صحت کے بھی منافی ہوتے ہیں۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ لوگ ہزارہا روپے خرچ کر کے اور طرح طرح کی تکالیف اٹھا کر حج میں شریک ہوتے ہیں، مگر جب حج کے مناسک ادا کرنے کا وقت آتا ہے تو لاعلمی کا اظہار کر کے بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص نماز کے لیے مسجد میں پہنچ جائے اور پھر نماز نہ پڑھے اور اگر پڑھے تو رکعتوں کی تعداد سے ناواقفیت کی وجہ سے فرض کی دو رکعت کی چار یا چار کی دو پڑھ ڈالے اور پھر سادگی کے ساتھ کہہ دے: "اللہ منظور کرنے والا ہے"۔ ہماری وزارتِ حج کو مناسکِ حج کی تعلیم و تربیت کا موثر اور مستقل انتظام کرنا چاہیے۔ موجودہ حج کے سرکاری تربیتی پروگرام قطعاً لاحاصل ہو رہے ہیں۔

ذوالحجہ کی ۶ تاریخ مکہ معظمہ میں اس لحاظ سے ہنگامی حالت اختیار کر جاتی ہے کہ اس روز حجاج چاروں طرف سے پہنچ جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں جو حجاج جمع ہو چکے ہوتے ہیں وہ بھی مکہ معظمہ آ جاتے ہیں۔ اور سعودی عرب اور ارد گرد کے عرب ممالک کے قافلے بھی مکہ میں داخل ہو چکے ہوتے ہیں، کیونکہ ۸ تاریخ کو حج کا پہلا دن جسے یوم الترویہ کہتے ہیں شروع ہو جاتا ہے۔ نہ صرف حرم شریف میں طواف و سعی کرنے والے ایک انسانی سمندر کی شکل اختیار

کرجاتے ہیں، بلکہ مکہ معظمہ کی سڑکیں، بازار اور گلیاں محلے سب انسانوں سے اس قدر بھر جاتے ہیں کہ نقل و حرکت بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ مکانات کی قلت کی وجہ سے لوگ میدانوں اور سڑکوں کے فٹ پاتھوں پر ڈیرے جما لیتے ہیں۔ کل ۶ ذوالحجہ تھی اور ہم نے مکہ معظمہ کی جو کیفیت اوپر بیان کی ہے وہ پوری طرح بروئے کار آ چکی تھی۔ گرمی بھی شدید تھی، مگر حاجیوں کی بے بسی اور ان کی مشکل اور پریشانی کا آپ اندازہ لگائیں کہ ایک طرف وہ اس نازک ترین کیفیت میں رہ رہے ہیں اور دوسری طرف صبح سات بجے سے لے کر بارہ بجے تک پورے پانچ گھنٹے ہمارے ایرانی بھائی ڈیڑھ لاکھ کی تعداد میں مکہ معظمہ کی اس مرکزی شاہراہ پر جلوس نکالے ہوئے ہیں جس میں ہر طرف سے آکر سڑکیں ملتی ہیں۔ مرکزی شاہراہ پر انھوں نے ٹریفک بند کر دی ہے اور نتیجۃً پورے مکہ کی ٹریفک بند ہو چکی ہے پیادہ چلنے والوں کا سیلاب بھی راستہ نہ پاکر آپس میں ٹکرا رہا ہے۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے لوگ نڈھال ہیں، مگر راستے بند۔ نعرے بلند ہو رہے ہیں، مختلف ممالک کا نام لے کر انہیں "مرگ" کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ بوڑھے مرد و عورت جن کی تعداد حج میں کافی ہوتی ہے اور جو سفر حج اور اعمالِ حج کی وجہ سے ذہناً و جسماً پامال ہو چکے ہوتے ہیں، ایک نئی مشکل میں گرفتار ہو چکے ہیں، بلکہ متعدد حجاج دم گھٹ کر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اللہ کے شہر میں ذکر و استغفار، توبہ و انابت، خشوع و انکساری اور دلجوئی و دست گیری کے بجائے مظاہرین اچھل کود کر رہے ہیں۔ ہاتھوں کے اشاروں سے دوسروں کے لیے تذلیل و تحقیر کے دائرے بنا رہے ہیں، خود پسندی اور خود سری کے جذبات کا مظہر بنے ہوئے ہیں — اللہ تعالیٰ کا وہ شہر جہاں چیونٹیوں تک کو امان مل چکی ہے، جہاں کے درختوں اور پودوں کو اکھاڑنا شریعت نے منع کر رکھا ہے اور جہاں اللہ کے ذکر اور اللہ کے رسولؐ کے ذکر کے سوا کسی اور کا نام بلند کرنا درست نہیں ہے وہاں ضیوف الرحمٰن (خدا کے مہمان) تنگی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ہجوم میں ایک دوسرے سے بچھڑ بچھڑ کر روتے پھر رہے ہیں۔ ایک سیاسی لیڈر کی قد آدم تصاویر حرم و کوچہ ہائے حرم میں بلند کی جا رہی ہیں۔ یہ ہے تشریح اس نعرے کی کہ:

"ہماری عبادت سیاست ہے اور ہماری سیاست عبادت ہے"۔

کل ۶ ذوالحجہ ہی کو نمازِ عشا کے بعد جب لوگ حرم سے نکلے تو انہیں ایک اور آزمائش سے دوچار ہونا پڑا ۔ باب الملک عبدالعزیز کے سامنے لیبیا کے دو تین سو نوجوانوں نے جلوس نکال لیا ۔ اُنھوں نے سر پہ سبز پٹیاں باندھ رکھی تھیں ۔ ہاتھوں میں سبز بینر اُٹھا رکھے تھے ، کچھ کتبے بھی تھے جن پر طرح طرح کی عبارتیں درج تھیں ، چند عورتیں بھی تھیں جنھوں نے سر ننگے کر کے گلوں میں سبز پٹیاں لٹکا رکھی تھیں ۔ یہ لوگ بھی عجیب و غریب نعرے لگاتے ہوئے سڑک پہ مارچ کرنے لگے ۔ حرم میں سے لوگوں کا سیلاب نماز ختم ہوتے ہی باہر اُمڈ پڑا ۔ آگے ان مظاہرین نے سڑک بلاک کر رکھی تھی ۔ حاجی بے چارا جو اب ہوا کے جھونکے سے بھی ڈرتا ہے یہ صورت حال دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا ۔ بہرحال پولیس کے دستے آگئے اور انہوں نے پانی پھینک کر مظاہرین کو بھگا دیا ، مگر اس بھگدڑ میں بہت سے لوگ کچلے گئے ، متعدد زخمی ہو گئے اور کئی دستی سامان گم کر بیٹھے ۔ بتایئے یہ سچ ہے؟

ہماری نئی مطبوعات

۱۔ خورشیدِ رسالت کی پانچ کرنیں — آباد شاہ پوری — ۱۸/- روپے

۲۔ یادِ رفتگان — ماہر القادری — ۴۲/- روپے

۳۔ اسلام میں جرم و سزا — ڈاکٹر عبدالعزیز عامر — ۳۲/- روپے

۴۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں — امام ابن تیمیہ — ۱۸/- روپے

البدر پبلی کیشنز ۔ اُردو بازار ۔ لاہور ۲